پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی قسط:۸

خلافت وملوکیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا عہدِ حکومت بھی تو دورِ خلافت راشدہ ''تیس سال'' کے خاتمے کے بعد دور ''بادشاہی'' میں گزرا ہے۔ ان پر ''ملک'' کے اطلاق کے باوجود کسی سنّی حتیٰ کہ شیعہ نے بھی ان کے دور کو بے دینی یا ملوکیت سے تشبیہ نہیں دی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

یہ تسلیم کہ اہلسنت تو ان کے زہد وتقویٰ اور ان کی اصلاحات کی بناء پر ان کو خلفاء راشدین میں شمار کرتے ہیں... لیکن اہل تشیع جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کو تو کیا سرے سے ان کے ایمان کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور کے مداح ہیں۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ان کے دور میں ''سبائیت'' کو کھلی چھٹی تھی یا گرفت بہت ڈھیلی تھی۔ جو سبائیت اتنے طویل عرصے تک دبی رہی مگر اب اس نے اور دیگر مخالفین حکومت نے پر پُرزے دوبارہ نکالنے شروع کر دیئے تھے۔

مصر کے مشہور عالم، مؤرخ اور فقیہ علامہ محمد الخضری لکھتے ہیں:

ان کی نرمی اور چشم پوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے عہد میں دوسری صدی کے آغاز میں بنی عباس کی مخفی دعوت کا سلسلہ قائم ہوا۔ (تاریخ التشریع الاسلامی مترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی، ص ۱۹۶)

راقم الحروف ایک عرصہ تک اس جستجو میں رہا کہ اہل تشیع جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) کافر، مرتد، منافق، ظالم، غاصب کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز کے بعد بھی ان پر لعنت کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنم کے سب سے آخری طبقے میں شمار کرتے ہیں۔ آخر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی کیا خاص رشتہ داری ہے؟

چنانچہ شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی جیسا منہ پھٹ اور بے لگام بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے:

''عمر بن عبدالعزیز دو سال و پنج ماہ حکومت کرد مادر او ام عاصم دختر عمر بن الخطاب وعلمائے شیعہ او را لعنت نمیکنند''

(تذکرۃ الائمہ ص ۷۵)

عمر بن عبدالعزیز نے دو سال اور پانچ ماہ تک حکومت کی ہے۔ ان کی ماں ام عاصم دختر عمر بن الخطاب تھیں اور علماء شیعہ ان پر لعنت نہیں کرتے۔

مزید برآں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بھی ''خلافت راشدہ'' شوریٰ کے ذریعے نہیں ملی بلکہ سلیمان بن

عبدالملک نے ان کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔اور یہ بات تو سراسر غلط ہے کہ ان کی خلافت انتخابی یا شورائی تھی۔اگر چہ انہوں نے خلافت ملنے کے بعد اس قسم کی ایک تقریر کی تھی۔مگر وہ تقریر محض دارالخلافہ کے چند لوگوں میں تھی، جو ان کے اپنے خیر خواہ اور خاندان کے لوگ تھے۔انتخابی خلافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خود مستعفی ہو جاتے اور پھر ارباب حل وعقد کو جمع کر کے شوریٰ کے ذریعے انتخابات کراتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ وہ تو اسی ''بدترین نظام'' کے تحت ہی خلیفہ مقرر ہوئے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

ان کے آخر عہد میں خارجیوں کے ایک گروہ نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔انہوں نے اس گروہ کے سردار کو لکھا کہ ''خون خرابے سے کیا حاصل ہے آ کر مجھ سے بحث کر لو۔تم حق پر ہو گے تو میں مان لوں گا۔میں حق پر ہوا تو تم مان لینا'' خارجی سردار نے یہ بات تسلیم کر لی۔اور دو آدمی بحث کے لیے بھیج دیئے۔ان دونوں نے کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ آپ کا طریقہ آپ کے اہل خاندان سے مختلف ہے اور ان کے اعمال کو آپ مظالم سے تعبیر کرتے ہیں' مگر یہ کیا بات ہے کہ جب وہ ضلالت پر تھے تو آپ ان پر لعنت نہیں کرتے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواب دیا کیا ان کی مذمت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میں ان کے اعمال کو مظالم کہتا ہوں؟ اس کے بعد آخر لعنت کرنا ہی کیوں ضروری ہے؟ تم نے فرعون پر کتنی مرتبہ لعنت کی ہے؟ اس طرح عمر بن عبدالعزیز خارجیوں کی ایک ایک بات کا مسکت جواب دیتے چلے گئے۔آخر ان سے ایک نے کہا'' کیا ایک عادل آدمی یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کا جانشین ایک ظالم ہو۔انہوں نے کہا نہیں۔اس نے کہا کیا آپ اپنے بعد یزید بن عبدالملک کے حوالے یہ خلافت کر جائیں گے؟ درآنحالیکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ حق پر قائم نہ رہے گا۔انہوں نے کہا کہ اس کے لیے تو میرا پیش رو سلیمان بن عبدالملک پہلے ہی میرے بعد ولی عہدی کی بیعت لے چکا ہے۔اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا کیا آپ کے خیال میں وہ شخص جس نے آپ کے بعد یزید بن عبدالملک کو نامزد کیا ہے اسے ایسا کرنے کا حق تھا اور اس کا یہ فیصلہ برحق ہے؟ اس پر عمر بن عبدالعزیز لاجواب ہو گئے اور مجلس برخاست ہونے کے بعد بار بار کہتے رہے کہ یزید کے معاملے نے مجھے مار ڈالا۔اس حجت کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔(خلافت وملوکیت ص ۱۹۱)

اس اقتباس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک خلیفہ راشد ہوتے ہوئے بھی باطل کا راستہ نہ روکا۔غلطی کا ازالہ نہ کیا اور جان بوجھ کر نظامِ خلافت نااہل کو سونپ دیا۔ان خامیوں کے باوجود جمہور علماء محض ان کی ذاتی خوبیوں اور ان کے ورع وتقویٰ کے پیش نظر انہیں خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں۔کیا ایسے لاکھوں عمر بن عبدالعزیز مل کر بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے رشد کو پہنچ سکتے ہیں؟ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مدعیانِ اہلسنت نے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافتِ راشدہ سے نکال دیا اور ان کے بہت بعد آنے والے عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کو اس میں شامل کر دیا۔

مزید حیرانی کی بات یہ ہے کہ اسی طبقہ نے عصر حاضر کے ایک سلسلہ کو تو ''راشدہ'' قرار دے دیا مگر اسے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ لفظ ''راشد'' پسند نہیں ۔ چنانچہ ہفت روزہ ''خدام الدّین'' لاہور ۲/اکتوبر ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں بالفاظ ذیل ایک اعلان شائع ہوا:

''سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ انوریہ کویت کے زیر اہتمام کنونشن، خطاب امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری''

مؤرخین اور علماء اسلام کی آراء

(۱) رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلفاء سے تشبیہ نہیں دیئے جاسکتے ۔ یہ خلفائے راشدین سے ہیں ۔ ان کو ان خلفاء مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے ہیں اور ان سے مرتبہ و دین میں کم ہیں نہایت غلطی ہے اور ایسا ہی خلفائے بنی عباس جو ان کے بعد ہوئے ہیں، ان سے تشبیہ دینا غیر مناسب ہے۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل ص ۵۵۶، نفیس اکیڈمی کراچی)

(۲) مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ لکھتے ہیں:

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قیامت تک ہر انسان کے لیے بہترین نمونۂ زندگی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے جانشین یا خلیفہ کا ہونا ضروری تھا چنانچہ امر سلطنت میں ان کے جانشین ہوئے ۔ ان جانشینوں میں جو لوگ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت کردہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ۔ وہ خلیفہ سلطنت تھے ۔ وہ سلطنت و حکومت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت سے زیادہ مشابہ رکھنے کی قابلیت واہلیت رکھتے تھے لہذا ان کی سلطنت وحکومت خلافت راشدہ سے موسوم ہوگئی اس کے بعد جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد ہوتا گیا خلافت کی حالت وحیثیت میں بھی فرق ہوتا گیا (تاریخ اسلام حصہ اوّل ص ۲۱۶)

موصوف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں:

بعض مؤرخین نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شش ماہی خلافت کو خلافتِ راشدہ میں شامل نہیں سمجھا کیونکہ وہ قلیل مدت کے لیے تھی اور نامکمل تھی ۔ نامکمل کہنا اس لیے نادرست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی پھر تو نامکمل کہہ کر خلافتِ راشدہ سے خارج کرنا پڑے گا۔ حالانکہ یہ جائز نہیں۔

مدت خلافت کا کم ہونا بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اگر صبر وسکون سے نظر ڈالی جائے تو خلافتِ راشدہ کا نہایت ہی اہم حصہ ہے۔ (ایضاً ص ۴۶۱)

(۳) اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ زیرعنوان ''خلافتِ راشدہ کی تعریف'' لکھتے ہیں:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت راشدہ تھی ۔ اور اب سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ

ہوگی۔(الملفوظ حصہ سوم ص ۷۱، بحوالہ شانِ صحابہ ؓص ۲۲، مؤلف علامہ محمود احمد رضوی)

(۴) مفکر اسلام مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندویؒ لکھتے ہیں:

آنحضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء اور سربراہانِ مملکت امتی ہوں گے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ خلفاء کثیر تعداد میں ہوں گے۔ خلفائے راشدین کی تعداد سیدنا ابوبکر صدیق ؓ سے لے کر سیدنا معاویہ ؓ تک صرف چھے ہوتی ہے۔ چھے کی تعداد کو عرف ومحاورے میں کثیر نہیں کہا جاتا۔ کثرت تو اسی وقت ثابت ہوگی جب سب خلفاء بنوامیہ وبنوعباس کو اس زمرے میں شامل کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث (وسیکون خلفاء فیکثرون) میں علاوہ خلفائے راشدین کے دمشق، بغداد اور اندلس کے سب اموی وعباسی خلفاء کی نشاندہی فرمائی گئی ہے
(اظہارِ حقیقت، جلد سوم ص ۳۱۹)

حضرت موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہ ؓ کے دورِ خلافت میں امتِ مسلمہ کی دینی حالت وکیفیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ امت کا تعلق مع اللہ بہت قوی تھا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، اس کا کلمہ بلند کرنے اور اس کے دین کو پھیلانے کے لیے جانثاری کا جذبہ اس میں بدرجۂ اَتم موجود تھا۔ تقویٰ وطہارت، اخلاص وللہیت، اتباعِ شریعتِ مقدسہ اس کا مزاج عام تھا اور عدل وانصاف، مواسات واخوّت اس کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ مختصر کہ امتِ مومنہ کا مزاج خالص اسلامی مزاج تھا اس میں کوئی کمزوری یا خرابی پیدا نہیں ہوئی تھی......اگر امت دینی اعتبار سے اس نقطۂ عروج پر نہ ہوتی تو اس میں سے ہزاروں افراد خلوص وللہیت کے ساتھ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل نہیں سکتے تھے......پھر یہ حضرات اس قدر مخلص تھے اور ان کا جہاد اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسا مقبول اور پسندیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی سے اپنے رسول ﷺ کو اس کی مقبولیت اور ان مجاہدین کے اخلاص وللہیت سے مطلع فرمایا کیونکہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی خوش خبری امت کو دی......سیدنا معاویہ ؓ کا دورِ خلافت بہت ہی مبارک دور تھا۔ وہ اور ان کے معاونین، ان کے مقرر کئے ہوئے جمہور عمّال وحکام سب مقبول عنداللہ اور مقبول عندالناس تھے۔ اور ان کی خلافت وحکومت کو جمہور اہل اسلام بہت پسند کرتے تھے (ایضاً ص ۳۷، ۳۳۵)

(۵) مشہور محقق اور مصنف مولانا سید عبدالقدوس ہاشمیؒ لکھتے ہیں:

ان میں چھے بزرگ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ، سیدنا عمر فاروق ؓ سیدنا عثمان ذوالنورین ؓ، سیدنا علی المرتضیٰ ؓ، سیدنا امام حسن ؓ، سیدنا امیر معاویہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کبار تھے۔ انہیں خلفاء راشدین کہا جاتا ہے اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۱ھ سے ۶۰ھ یعنی سیدنا صدیق اکبر ؓ سے شروع ہوکر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان ؓ کی وفات تک شمار ہوتا ہے۔

بنی عباس کے عہد میں بعض سیاسی وجوہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروانِ ثانی تک خلفاء کو خلفائے بنوامیہ کہا گیا اوران کے عہد کو خلافتِ بنوامیہ کا نام دیا گیا۔ یہی اموی خلافت کا دور کہلاتا ہے۔ اس طرح خلافتِ راشدہ کے عہد کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک محدود کر دیا گیا......

یہ اصطلاح کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے لے کر مروانِ ثانی تک سب کو خلفائے بنوامیہ کہا جائے' عہد عباسی کے خوشامدیوں نے بنائی ہے تاکہ عباسیوں کی خوشنودی حاصل کریں۔ ورنہ تاریخی اور عقلی دونوں بنیادوں پر یہ اصطلاح غلط ہے۔
(خلافتِ اسلامیہ ص۲۴ تا ۲۷)

(۶) مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک خلیفہ راشد تھے۔ اوران کی خلافت ان ہی معنوں میں خلافتِ راشدہ تھی، جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفاء کی خلافت ''خلافتِ راشدہ'' تھی۔ اور خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود کرنے کی کوئی دلیل نہیں سوائے ایک حدیث کے جس کے روایتاً و درایتاً غیر صحیح ہونے کو ہم نے بدلائل واضح ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دلیل ''خلافتِ راشدہ'' کو تیس سال میں مقید اور محدود کرنے کی نہیں ہے، اب صرف ایک غیر صحیح حدیث پر خلافتِ راشدہ کو محدود کرنے کا نظریہ قائم کرنا ہمارے نزدیک نہ صرف صحیح نہیں بلکہ قرآن وسنّت کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر اس حدیث کو کسی صورت میں صحیح بھی مان لیا جائے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی راشدہ ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خود سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مدّت شمار کرنے میں ان کی خلافت کو نکال دیا اور اگر ان کی خلافت کو بھی خلافتِ راشدہ میں شامل کر لیا جائے تو پھر سمجھ نہیں آتا کہ بعض بزرگوں نے کس دلیل سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بھی خلفائے راشدین میں شمار کر لیا ہے۔ حالانکہ عمر بن عبدالعزیز کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اول الذکر ایک تابعی ہیں جبکہ آخر الذکر ایک فقیہ' مجتہد، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتبِ وحی، اللہ کی وحی کے امین، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی اور خال المؤمنین، سیاست میں نابغۂ روزگار، ہادی اور مہدی ہیں۔
(سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شخصیت وکردار ص۲۸۳ جلد دوم)

......قرآن کہہ رہا ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم راشدین میں سے ہیں لیکن ہم ایک ہی بات کی رٹ لگا رہے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم راشدین تھے، اس وجہ سے ان کی خلافت راشدہ تھی۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد والے لوگ صحابی ہونے کے باوجود راشد نہ تھے۔ لہٰذا ان کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ نہ ہوئی۔ (ایضاً)

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بقول قرآن حکیم اولٓئک ھُم الراشدون، خود راشد نہیں؟ کیا ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے والے راشد نہیں تھے؟ جب وہ خود بھی راشد تھے اوران کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرنے والے بھی ''راشدین'' کی جماعت کے لوگ تھے۔ جنہوں نے ان کی خلافت میں گورنری تک کے عہدے حاصل کئے تو پھر ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کیوں نہیں کہا جاتا؟ (ایضاً ص۲۵۰)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ادوارِ خلافت تو بالاتفاق خلافت راشدہ کے دور تھے۔ ان دونوں خلافتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے اہم صوبے کے گورنری کے جلیل القدر عہدے پر قریباً بیس سال تک فائز رہے (یہاں حکیم صاحب نے گورنری کی مدت دو خلافتوں میں بیس سال لکھی ہے حالانکہ وہ سولہ سال بنتی ہے۔ ممکن ہے کہ حکیم صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کو بھی شامل کرلیا ہو، کیونکہ تحکیم کے بعد انہوں نے مملکت کو تقسیم کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے منصب پر بحال رکھا تھا) پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کا دورِ خلافت آیا تو یکا یک ان کی خلافت، ملوکیت میں تبدیل ہوگئی۔ حالانکہ انہوں نے اپنی خلافت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریق سے ہٹ کر ہو۔ آج جو اعتراضات ان کی خلافت کو غیر راشدہ یا ملوکیت ثابت کرنے کے لیے کئے جاتے ہیں' وہ سب بعد کے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔ خود ان کے زمانۂ خلافت میں یا ان کی خلافت کے سو سال بعد تک ان پر اس قسم کے کوئی اعتراضات نہیں ہوئے۔

خود ان کا دورِ خلافت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا جس کو حدیث نبوی ﷺ میں "خیرُ القرون" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور ان کی خلافت میں کئی ایک صحابہ جلیل القدر عہدوں پر فائز تھے۔ اس کا یہ معنیٰ ہوا کہ عہدِ معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافتِ راشدہ کا دور نہیں تھا بلکہ ملوکیت کا دور تھا تو وہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ملوکیت کی مشین کے لیے پرزوں کے طور پر کام کرتے رہے۔ اور انہوں نے اس نظامِ حکومت کو پروان چڑھایا، جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ قطعاً راضی نہ تھے اور یہ بات محالات میں سے ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم جاہلیت اور باطل کے نظام کو دنیا میں کبھی فروغ دینے کا ذریعہ نہیں بن سکتے تھے۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر غیر راشدہ کا اعتراض کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض ہے جو ان کی خلافت کو صحیح اور راشدہ سمجھ کر ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوگئے تھے۔ (ایضاً ص ۲۹۱)

(جاری ہے)

مسافرانِ آخرت

☆ مجلس احرار اسلام جلال پور پیروالا کے صدر جناب عبدالرحمٰن جامی نقشبندی کی والدہ ماجدہ ۲۴؍شعبان ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز اتوار انتقال کر گئیں۔

☆ ملتان میں ہمارے دیرینہ کرم فرما اور مہربان جناب محمد اقبال خان خاکوانی کے جوان فرزند محمد عمران خان یکم رمضان المبارک کو انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، خطاؤں کو معاف کر کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ آمین

قارئین رمضان المبارک میں اپنی خصوصی دعاؤں میں مغفرت وایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)